جانِ نعمت

خطاب

مجددِ عصر

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
(ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی)

ادارۂ مظہرِ اسلام، لاہور
اسلامی جمہوریۂ پاکستان
۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء

اولین مرتبہ خطاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جانِ نعمت

خطاب

مجددِ عصر

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ایم۔اے، گولڈ میڈلسٹ پی۔ایچ۔ڈی،

مرتبہ

محمد عبدالستار طاہر

ادارۂ مظہر اسلام، لاہور

اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء

سلسلۂ مطبوعات نمبر ۳۳

شیخ الاسلام مفتی اعظم ہند علامہ شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ
شاہی امام وخطیب جامع مسجد فتحپوری، دہلی

بفیضانِ نظر

مجدد عصر سعادت لوح وقلم حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دامت برکاتہم العالیہ

نام کتاب ——— جان نعمت

خطاب ——— مجدد عصر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
(ایم-اے، پی-ایچ-ڈی) اعزاز فضیلت

مرتب ——— محمد عبدالستار طاہر مسعودی

صفحات ——— ۲۰

سن اشاعت ——— شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ / ستمبر ۲۰۰۶ء

تعداد ——— ۲۰۰۰

کمپوزنگ ——— الحجاز کمپوزرز، اسلام پورہ لاہور فون 7152954#

مطبع ——— شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور

بتعاون

جناب سید رحیم حسین غازی مسعودی
پرنسپل دی لٹل اینجل سکول، نئی آبادی۔ مجاہد آباد، مغلپورہ، لاہور

نوٹ:۔ بیرون جات کے حضرات -/۱۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

ادارۂ مظہر اسلام، لاہور

64/3۔ نئی آبادی، مجاہد آباد، مغلپورہ، لاہور، پاکستان، کوڈ نمبر 54840

ابتدائیہ

زیرِ نظر مقالہ حضرت مسعودِ ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا ایک خطاب ہے جو آپ نے ۱۹۹۳ء/۱۴۱۴ھ کو ارشاد فرمایا۔ میسن روڈ عقب گنگا رام ہسپتال، لاہور پر برادرِ طریقت محترم ملک لیاقت علی صاحب مرحوم کی رہائش گاہ کا سنگ بنیاد حضرت مسعودِ ملت کے دستِ اقدس سے رکھا گیا۔ اس موقع پر محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اہتمام کیا گیا۔ برادرانِ طریقت کے علاوہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے شیخ الحدیث حضرت العلامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب، محترم جناب یمین الدین حقی صاحب مرحوم (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی اولاد امجاد) برادرم حافظ محمد فیاض احمد (ناظم ادارۂ معارف نعمانیہ) برادرِ عزیز شاہد احمد خاں صاحب بھی موجود تھے۔

زیرِ نظر خطاب مقبولانِ بارگاہِ خداوندی، محبوبانِ بارگاہِ خداوندی کے تذکار پر مبنی ہے۔ حضرت مسعودِ ملت کے خطاب کا موضوع تھا: ''ولی کی نشانی'' جسے ''جانِ نعمت'' کے زیرِ عنوان پیش کیا جا رہا ہے۔ کیسٹ سے سینۂ قرطاس پر منتقل کرتے وقت روح کو جو سرور ملا وہ مطالعہ پر یقیناً آپ بھی محسوس کریں گے۔ میڈیا کے اس دور میں مطالعہ، مشاہدہ و تجربہ شانہ بشانہ چل رہے ہیں۔ کتاب کا دور دائمی ہے نہ وہ کبھی زوال پذیر ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ وقت کی تیز رفتاری نے کتاب کی رفتارِ اشاعت کو قدرے متاثر ضرور کیا ہے، لیکن اس کی کارکردگی، اہمیت و افادیت کبھی متاثر نہیں ہوئی۔

○

ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی، اسلام آباد نے ۱۲/اگست ۱۹۷۷ء میں قبلہ ڈاکٹر مسعودِ ملت کی بیس سالہ علمی و ادبی خدمات کا ایک تاریخی جائزہ بعنوان: ''جہاں نما: ۱۹۵۷ء

تا ۱۹۷۷ء" پیش کیا تھا۔ اس کے شروع میں حضرت ممدوح کے سرسری تعارف میں لکھتے ہیں:

"تقریر کا سلسلہ بھی تقریباً ۱۹۵۴ء سے جاری ہے، اگر ڈاکٹر صاحب
کی تقاریر کو جمع کیا جائے تو ایک مبسوط کتاب مرتب بھی ہو سکتی ہے۔"[۱]

یہ تو ۱۹۷۷ء یعنی آج سے اُنتیس برس پہلے کی بات ہے۔ اگر اسے ۱۹۵۴ء سے شمار کریں تو یہ عرصہ گزشتہ نصف صدی پر محیط دکھائی دیتا ہے۔ تب سے اب تک جانے کتنے موضوعات پر کس قدر خطابات کیے جاچکے ہیں۔ سال بھر میں تین مرکزی پروگرام تو معمول ہیں۔ جن میں قبلہ حضرت صاحب کے خطابات لازم و ملزوم ہیں یعنی:

- ——— عرس امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ
- ——— محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- ——— عرس شیخ الاسلام مفتی شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ

مرکزی محفل میلاد کے علاوہ پورا مہینہ ربیع الاول شریف میں تو روزانہ کسی نہ کسی برادر طریقت کے ہاں محفل و خطاب ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں بزم ارباب طریقت کے تحت منعقد ہونے والی ماہانہ محفل میں بھی آپ خصوصی خطاب فرماتے ہیں۔

سائنس دان کہتے ہیں کہ ہماری آوازیں فضا میں آج بھی موجود ہیں، آوازیں تحلیل نہیں ہوتیں۔ ان شاء اللہ ایک ایسا دور آنے والا ہے کہ علوم سائنس کے ماہرین فضا میں موجود تمام آوازیں ریکارڈ کرسکیں گے۔ آوازوں میں ان کی فریکوئینسی کے مطابق فرق کیا جاسکے گا۔ یہ تو خیر مستقبل کی بات ہے۔

میڈیا میں پہلے ریڈیو تھا، پھر ٹی وی، اس کے بعد آڈیو، ویڈیو اور پھر ڈش۔ اب سی ڈی، ڈی وی ڈی وغیرہ آگئے ——— زمانے کی رفتار کا ساتھ دینا عصری تقاضا ہے۔ حلقہ

۱۔ تذکار مسعود ملت، ص: ۱۴۰، مطبوعہ رضا دار الاشاعت، لاہور ۱۹۹۹ء

مسعودیہ مظہریہ کے وابستگان کو چاہیے کہ وہ ایک آڈیو ونگ (Audio Wing) تشکیل دیں، جن برادرانِ طریقت کے پاس حضرت مسعودِ ملت کے خطابات نجی طور پر محفوظ ہیں۔ ان سب کو اس ونگ کے تحت جمع کیا جائے، پھر آئندہ سے ہر خطاب کی باقاعدگی سے ریکارڈنگ معمول بنانا چاہیے۔ اس شعبے کی بہت اہمیت وافادیت ہے اور وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔ اس کی ضرورت کو نہ صرف محسوس کیا جانا چاہیے بلکہ اس کی داغ بیل ڈال دینی چاہیے۔ احقر تو ایک مدت سے احباب کو اس کی توجہ دلا رہا ہے —— جیسا کہ ہر کام کے لیے ایک وقت معین ہے، جب اس کا معین وقت آ گیا اس کی داغ بیل کے اسباب بھی ان شاء اللہ العزیز ہو ہی جائیں گے۔

زیرِ نظر خطاب تو ۱۹۹۴ء میں مرتب کر لیا گیا تھا۔ اس کی اشاعت کا وقت اب تھا، شاید اسی لیے اتنی تاخیر سے (عرصہ بارہ سال بعد) منظرِ عام پر آ رہا ہے۔ بظاہر چھوٹی سی کتاب کی اشاعت میں تاخیر تو نہ ہونا چاہیے تھی۔ اس دوران اگرچہ کئی ضخیم کتب منظرِ عام پر آ چکیں مگر مرضیٔ مولیٰ ہمہ از اولیٰ!

○

کتاب تنہائی کی بہترین ہم نشین ہے، اور کتابوں میں وہ کتاب جو اللہ تبارک و تعالیٰ، اُس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے چاہنے والوں محبوب بندوں کے ذکر سے معمور ہو۔ ہاں انہی چیدہ بندوں میں مجددِ عصر حضرت مسعودِ ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب زید لطفہٗ ہیں۔ اُن کی باتوں میں خوشبو ہے، تازگی ہے —— وہ اللہ کے محبوب ہیں، محبوبِ خُدا کے پیارے ہیں، دُلارے ہیں —— اُن کے جمال میں جلال ہے —— اُن کا جمال لازوال ہے —— ہر ہر آن میں کمال ہے —— زندگی کی حرارت ہے —— بشارت ہے، نظارت ہے —— اُن کا ہر لمحہ اسوۂ رسول اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم سے عبارت ہے ـــــ مجسم اتباع، پیکر اطاعت ـــــ ان کا ہر موسم بہار ہے
ہے ـــــ اہل اللہ کی صحبت میسر نہ ہو تو ان کے اذکار ہی اُن کی صحبت کا مماثل ہوتے ہیں۔

ع گل نہ سہی نکہتِ گُل ہی سہی

مولیٰ تعالیٰ اپنے پیاروں کے دامن سے وابستہ و پیوستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ع پیوستہ رہ شجر سے، اُمید بہار رکھ

اس محبت بے بدل سے ہر قلبِ مومن گلزار ہو۔

اقبال کا ترانہ بانگ درا ہے گویا
ہوتا ہے جادہ پیما کاروان ہمارا

مولیٰ تعالیٰ اس حیاتِ مستعار کو اہل اللہ کی محبتوں، نوازشوں، برکتوں اور خوشبوؤں سے معطر و معتبر فرمائے۔ اللھم ربّنا آمین بجاہ سیّدالمُرسلین صلی اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہ وسلم۔

خاکپائے صاحبدلاں

محمد عبدالستار طاہر

پیر کالونی۔ مین والٹن روڈ، لاہور کینٹ

کوڈ نمبر ۵۴۸۱۰

۲۹ رجب المرجب ۱۴۱۴ھ

۱۲ جنوری ۱۹۹۴ء

نظر ثانی: ۷ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

۶ فروری ۲۰۰۶ء دوشنبہ

باسمہٖ تعالیٰ

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم.

امّابعد!

فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم.بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم.

اَلَآاِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ O (یونس:۶۲)

اس مجلس کا انعقاد اظہارِ تشکر کے لئے ہے اور ہر نعمت کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد کے لئے محفل قائم کی جائے ،وہ جانِ نعمت ہیں ۔جس نے آپ کا شکر ادا کیا اور آپ کے ذکرِ جمیل کی محفل قائم کی اُس نے تمام نعمتوں کا شکر ادا کیا۔ادائے شکر کا بہترین طریقہ یہی ہے۔

جو آیہ کریمہ تلاوت کی گئی اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ولی اور غیرِ ولی میں تمیز کے لئے ایک علامت اور ایک صفت بیان فرمائی ——— ہمارے دوست کون ہیں؟ ——— اگر کسی کو انتخاب کرنا ہے ،اور اُس کے دامن سے وابستہ ہونا ہے تو وہ کس طرح اندازہ لگائے کہ یہ اللہ کا دوست ہے یا نہیں؟ ——— اللہ کے قریب ہے یا نہیں؟ ——— اللہ کے نزدیک ہے یا نہیں؟ ——— تو ایک نشانی یہ بتائی کہ ہمارے دوست وہ ہیں کہ ''خوف'' نام کی چیز اُن کی زندگی میں نہیں ——— ''غم'' نام کی چیز اُن کی زندگی میں نہیں ——— یہ نہیں کہ اُن کی زندگی میں غم نہیں ——— نہیں اُن کی زندگی غموں سے معمور ہے پھر بھی غم نہیں ——— کمال یہ ہے کہ غم ہوتے ہوئے بھی غم نہ ہو ——— خوف ہوتے ہوئے بھی خوف نہ ہو۔گویا ولایت کا انحصار بے خوفی اور بے غمی پر ہے ——— جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غارِ حرا کا مشہور واقعہ ہے ——— دشمن کا اتنا قریب آجانا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما رہے ہیں کہ ''وہ اپنے قدموں کو دیکھیں تو ہم کو دیکھ لیں گے۔''اور سرکار کا یہ فرمانا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا O ''غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔'' (توبہ:۴۰)

کس کمال کے معیت حق کی نشاندہی کرتا ہے ــــ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنی جان خوف کا نہیں تھا ــــ عاشق اپنے لیے خوف زدہ نہیں ہوتا ــــ اس کو تو محبوب کا غم ہوتا ہے ــــ محبوب فرما رہا ہے: ''اے صدیق!

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ٥ (توبہ: ۴۰)

''ہمارا غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے'' ــــ تو غم کا نہ ہونا اور خوف کا نہ ہونا ــــ یہ علامت ہے محبوبیت کی ــــ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عظیم نمونہ ہیں ــــ سرکار کی زندگی کا ایک امتیاز یہ ہے کہ خوف ہوتے ہوئے بھی خوف نہیں ہے ــــ غم ہوتے ہوئے بھی غم نہیں ہے۔ اصغر گونڈوی نے کیا خوب کہا ہے:

آلامِ روزگار کو آساں بنا دیا
جو غم ملا اُسے غمِ جاناں بنا دیا

کہ سارے غم والم اور خوف وحُزن محبت میں گم ہو گئے ــــ پورے وجود پر محبت ایسی غالب ہوئی کہ نہ غم غم نظر آتا ہے ــــ نہ خوف، خوف معلوم ہوتا ہے ــــ پھر اس کے آگے یہ فرمایا کہ: ''یہ کیفیت پیدا ہوئی کیوں؟ ــــ زندگی میں یہ انقلاب آیا کیوں؟'' ــــ ایک عظیم انقلاب کہ خوف بھی نہیں ہے اور غم بھی نہیں ہے ــــ یہ عظیم انقلاب اس لئے آیا کہ:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ٥ (یونس: ۶۳)

اِنہوں نے دل دیا ہے ــــ ''اٰمَنُوْا'' ایمان لائے یعنی دل دیا ہے۔ اور اس ایمان لانے اور دل دینے کی تفسیر وتشریح قرآن کریم نے دوسری آیت میں یوں فرمائی ہے:

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ لا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ (اعراف: ۱۵۷)

''وہ جو آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تعظیم کی اور آپ کی مدد بھی کی اور اس نور کی

پیروی کی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ اُترا یعنی آپ کی اتباع کی‘‘ ـــــ اتباع محبت کو کامل بناتی ہے ـــــ دل دیا ہے، محبت کا دم بھرا ہے تو تعظیم بھی کرنی ہے، دل و جان سے مدد بھی کرنی ہے، اور آپ کے ایک ایک عمل اور ایک ایک بات کو سینہ سے بھی لگانا ہے ـــــ اس وقت وہ بامراد ہوگا اور ہمارا محبوب۔ اور جو ہمارا ہوگیا ہمارے محبوب کا ہوگیا۔ اب اُس کے دل میں غم آ ہی نہیں سکتا۔ اب اُس کے اوپر خوف طاری ہو ہی نہیں سکتا ـــــ جہاں محبت ہو وہاں خوف نہیں آسکتا ـــــ وہاں غم نہیں آسکتا ـــــ اور دوسری بات:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ ○ (یونس: ٦٣)

اور جو بچتے ہیں ہر اُس آرزو سے ـــــ ہر اُس عمل سے ـــــ ہر اُس قول سے ـــــ جو مزاجِ یار کے خلاف ہو ـــــ وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ کا ترجمہ ہے ـــــ ’’اور پرہیزگاری کرتے ہیں‘‘ ـــــ اس ترجمہ سے اصل حقیقت کھل کر سامنے نہیں آتی ـــــ پرہیزگاری بظاہر عام سا لفظ معلوم ہوتا ہے مگر محبوبوں کی شان یہ ہے کہ پرہیزگاری اُن کی پوری حیات پر محیط ہے۔ اُن کی پوری زندگی کا اگر ہم مطالعہ کریں تو اُن کا کوئی قول شریعت کے خلاف نہیں اُن کا کوئی عمل شریعت کے خلاف نہیں ـــــ اُن کے ظاہری احوال، اُن کے باطنی احوال ـــــ اُن کے خیالات ـــــ اُن کی آرزوئیں ـــــ اُن کی تمنائیں ـــــ شریعت کے خلاف نہیں ـــــ کوئی بات اللہ اور اُس کے رسول کے حکم کے خلاف نہیں ـــــ یہ اُن کی شان ہے ـــــ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ کا یہی مفہوم ہے۔ اور پھر فرمایا کہ جب ایسے دوست ہیں ہمارے ـــــ ایسے چاہنے والے ہیں ہمارے ـــــ تو ہمارے رنگ میں رنگ جائیں۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً۔ (بقرہ: ١٣٨)

کہ ’’اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے بہتر کس کا رنگ ہے؟‘‘ ـــــ اور یہی رنگ ہے جس کی طرف قرآن حکیم میں اشارہ کیا گیا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ (احزاب:۲۱)

بلاشبہ تمہارے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ مبارکہ میں بہترین نمونہ ہے ـــــ اور اسی کو علامہ اقبال نے یوں بیان کیا ؏

یک رنگی و آزادی اے ہمتِ مردانہ

اے ہمتِ مردانہ! ایک رنگ ہو جا اور آزاد ہو جا ـــــ سب کی غلامی چھوڑ کر اُن کا غلام ہو جا ـــــ محبت تقاضا کرتی ہے کہ انسان دورنگی کو چھوڑے اور یک رنگ ہو جائے ـــــ جب تعلق وابستہ کیا ہے اللہ سے اور اللہ کے رسول سے، تو اُس تعلق کا، اُس محبت کا، اُس اُلفت کا تقاضا ہے کہ جب کوئی ہم کو دیکھے تو دیکھتے ہی یہ کہے کہ واقعی یہ عاشقِ رسول ہے ـــــ کہنے کی ضرورت نہ پڑے کہ ہم عاشق ہیں ـــــ وہ عاشق ہی کیا جس سے پوچھنے والے پوچھیں کہ آپ کون ہیں؟ ـــــ عاشق کو تو نظر آنا چاہیے۔ اس لئے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (یونس:۶۳)

یعنی ایمان لائے اور محبوب کے رنگ میں رنگ گئے۔ اس عشق کی جزا کیا ہے؟ ـــــ اس اتباع کی جزا کیا ہے؟

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (یونس:۶۴)

اُن کے لئے بشارتیں ہیں، دُنیا میں بھی بشارتیں ہیں اور خوش خبریاں ہیں ـــــ آخرت میں بھی خوش خبریاں ہیں۔ یہاں پر بھی شہرت، وہاں پر بھی شہرت ـــــ یہاں بھی مقبول، وہاں بھی مقبول ـــــ یہاں بھی محبوب، وہاں بھی محبوب ـــــ فرمایا: جو ہم نے کہہ دیا سو کہہ دیا ـــــ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ط ـــــ اس میں شک نہ کرنا، یہ تم دیکھو گے جو ہم نے کہا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ ہماری باتیں بدلتی نہیں ـــــ بے شک ذٰلِكَ هُوَ

اَلْفَوْزُ الْعَظِیْمُ o ——یہی تو بڑی کامیابی ہے—— کہاں جاتے ہو؟—— کس کو کامیابی سمجھتے ہو؟——لوگوں نے اپنے اپنے نقطۂ نظر سے کامیابیوں کے الگ الگ معیار رکھے ہیں——اور اپنے اپنے مقاصد سامنے رکھے ہیں اور مقاصد کے حصول کو کامیابی سمجھتے ہیں——دُنیا میں ہزاروں مقاصد ہیں، ہزاروں منزلیں ہیں جو لوگوں نے اپنے لیے متعین کی ہیں——ایک آرزو پوری ہوتی ہے، دوسری جنم لیتی ہے—— آرزوؤں کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا——اور کامیابی کی منزل دکھائی نہیں دیتی—— اللہ نے فرمایا: ''کامیابی تو یہ ہے کہ انسان اللہ ورسول کا ہو کر خوف وغم سے بے نیاز ہو جائے'' ——یہی کامیابی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ جو اس میں کامل ہو گیا تو وہ کہہ سکتا ہے کہ میں کامیاب ہوں، میں کامراں ہوں——دوسرا انسان جو اپنے آپ کو کامیاب کہتا ہے وہ کامیاب نہیں، کامیاب یہ ہے——انہیں آیات کی روشنی میں اگر ان حضرات اہل اللہ کی سیرت کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ آئینہ ہیں—— حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا مطالعہ کریں غم اور خوف کے حوالے سے——طاعون کی وبا پھیلی اس میں آپ کے صاحبِ کشف وکرامات دو جوان صاحبزادے اللہ کو پیارے ہوئے۔ اس عظیم حادثے پر گریہ وزاری نہ فرمائی۔ بس اتنا فرمایا کہ:

''اللہ کی امانت تھی، اللہ کے سپرد کر دیا۔''

سبحان اللہ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غم کی کوئی بات ہی نہ تھی۔ یہ تھا حضرت کے صبر وضبط کا عالم!——اور غم واندوہ اور خوف ودہشت کا دوسرا واقعہ وہ ہے جب آپ کو اسیر کیا گیا، قید کیا گیا——یہ بعد کی بات ہے——پہلے میں خوف کے حوالے سے عرض کروں کہ جب جہانگیر نے آپ کو اپنے دربار میں بُلایا——اور نہایت ہی غضبناک ہو کر بلایا ——ناراضگی کے عالم میں بُلایا——خفگی کے عالم میں بُلایا——اہل محبت فکرمند تھے کہ اللہ جانے آپ کے ساتھ کیا کرے۔ شاہجہان آپ کے عقیدت مندوں میں تھا۔

اُس زمانے میں شاہجہان کو شہزادہ خرم کہتے تھے، انہوں نے مفتی عبدالرحمٰن اور دوسرے علماء کو کتابیں دے کر بھیجا اور فرمایا کہ:

''ایسے وقت جبکہ جان کا خطرہ ہو، علماء نے سجدۂ تعظیم بھی جائز قرار دیا ہے، میری خواہش یہ ہے کہ آپ سجدۂ تعظیم کر لیں تا کہ آپ محفوظ رہیں''

آپ نے فرمایا:

''نہیں، سجدہ صرف اور صرف اللہ کے لئے ہے، غیر کے لئے نہیں۔ کسی کے آگے سجدہ نہیں کیا جائے گا۔''

اکبر کے دربار میں یہ دستور تھا کہ جو بھی آتا سوائے مفتی اور قاضی کے، سلام کے بجائے وہ سجدہ کرتا تھا ـــــ جہانگیر کے زمانے میں یہ رواج اُس وقت تھا جب آپ اُس کے سامنے گئے ـــــ آپ جب دربار میں گئے سلام کیا، سجدہ نہ کیا ـــــ یہ دیکھ کر سب درباری حیران تھے۔ اسی حقیقت کو علامہ اقبالؔ نے اس شعر میں پیش کیا:

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

کہ جو ایک سجدہ تو اللہ کے سامنے نہیں کرتا اور دور بھاگتا ہے۔ یہ اگر ایک سجدہ کر لے تو ہزار ہا ہزار سجدوں سے نجات مل جائے ـــــ جب ایک چوکھٹ پر جھک جائے پھر کسی چوکھٹ پر نہیں جھکے گا۔ بہر حال آپ دربار میں گئے اور سجدہ نہیں کیا، سلام کیا ـــــ ظاہر ہے سلام کا جواب دینے والا کوئی نہ ہوگا۔ یہ بڑا تفصیلی واقعہ ہے۔ یہاں عرض یہ کرنا ہے کہ جہانگیر کے جلال کے باوجود آپ نے اس کی بالکل پرواہ نہیں کی ـــــ عین خوف میں بے خوف، جب کہ یہ یقین تھا کہ شاید آپ کو شہید کر دیا جائے اس جرم کی پاداش میں ـــــ ارادے اس کے یہی تھے ـــــ مکتوبات سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ شہید کرنے کا ارادہ تھا۔ لیکن شہید نہیں کیا گیا اور آپ کو قید کرنے کا حکم دیا گیا ـــــ اب آپ کو قید کیا گیا ـــــ

اس قید خانے سے آپ نے اپنے خُلفاء کے نام خطوط لکھے۔ان حضرات کے ملفوظات و مکتوبات کے اندر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اندھیرے میں اُجالا ہوگیا ـــــ آپ نے غم کے اندھیرے میں اُجالا کر دیا اور تحریر فرمایا:

''یہ غم اور یہ مصیبت اللہ کی طرف سے ہے،وہ اللہ بھی محبوب،یہ مصیبت بھی محبوب،جہانگیر نے اس مصیبت کو ہم تک پہنچایا،وہ بھی محبوب۔''خبر دار! اُس کے خلاف کوئی بغاوت نہ کرنا۔یہ بھی ہمارا محبوب ہے۔''

اللہ اکبر! یہ دل کہاں سے آئے؟ ـــــ جب اللہ اور اُس کے رسول سے محبت ہوتی ہے تو دل میں یہ برداشت اور وسعت پیدا ہو جاتی ہے،جس کو قرآنِ کریم نے یوں بیان فرمایا ہے:

وَلَاتَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَاالسَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَيْنَکَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِيْمٌ٥ (فصلت:۳۴)

وَمَايُلَقّٰهَااِلَّاالَّذِيْنَ صَبَرُوْاوَمَايُلَقّٰهَااِلَّاذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ٥ (حٰم السجدہ:۳۵)

سرکار نے فرمایا اور سرکار نے کرکے دکھایا ـــــ پوری زندگی سرکار کی اس آیت کی تفسیر ہے ـــــ اور یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ دوست کے ساتھ دوستی کرنا حیوان کی فطرت ہے ـــــ دشمن کے ساتھ دوستی کرنا یہ انسان کی فطرت ہے ـــــ یہ اولعزمی ہے ـــــ جانور کو آپ گھر میں پالیں ـــــ حتی کہ کُتّے کو پالیں،کھلائیں پلائیں تو وہ بھی آپ کا جاں نثار بن جائے گا ـــــ کسی کُتّے کو ماریں گے تو وہ آپ کو کاٹے گا ـــــ یہ فطرت حیوان کی فطرت ہے،انسان کی فطرت نہیں ہے ـــــ انسان کی فطرت وہ ہے جس کا نمونہ سرکار نے پیش کیا۔دشمنوں کو گلے لگایا۔جس طرح ہجرت کا واقعہ ہے۔دشمنِ جاں سراقہ بن جعشم نے حملہ کیا۔پھر آپ نے ایک بار معاف کیا ـــــ پھر حملہ کیا،دوسری بار

معاف کیا ــــ تیسری مرتبہ پھر حملہ کیا، معاف کیا گیا، دشمنی سے باز آیا، تو معافی کے بعد اس نے کہا کہ:

''آپ ایک امان نامہ بھی لکھ دیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ فاتحانہ مکہ معظمہ میں تشریف لائیں اور مجھے مار دیا جائے، ایک پرچہ بھی لکھ کے دے دیں۔''

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معافی نامہ اور یہ امان نامہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لکھوا کر دے دیا ــــ سبحان اللہ! ــــ بہرحال تو عرض کر رہا تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکتوبات میں تحریر فرمایا کہ:

''جہانگیر کو ہاتھ نہ لگانا یہ ہمارا محبوب ہے ــــ''

پھر حضرت خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ آپ کے جانے کے بعد ظلم کی انتہا ہوگئی ویسے ہی آپ پر کیا کم ظلم کیا گیا۔ بیڑیاں ڈالی گئیں اور ہتھکڑیاں ڈالی گئیں جس کا ایشیائے کوچک میں شہرہ تھا جو صرف ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں نہیں بلکہ روس اور چائنا میں بھی جس کا شہرہ تھا ــــ اتنا عظیم انسان جس کے اشارے پر پوری حکومت کو پیٹ کے رکھ دیا جاتا۔ یہ کام آسان بالکل آسان تھا۔ لیکن آپ نے فرمایا:

''خبردار! کوئی جہانگیر کے خلاف بغاوت نہ کرے یہ ہمارا محبوب ہے''

اور جو خواجہ معصوم علیہ الرحمہ نے آپ کی گرفتاری کے بعد ان مظالم کا ذکر کیا کہ سرائے بھی ضبط کر لی، مکان بھی ضبط کر لئے۔ سب چیزوں سے بے دخل کر دیا ــــ آپ اندازہ لگائیں یہ معمولی حادثہ نہیں تھا کہ آپ کی گرفتاری کے بعد جو کچھ تھا، وہ بھی لوٹ لیا گیا، ضبط کر لیا گیا ــــ مگر آپ نے کمال صبر وضبط کے ساتھ فرمایا:

''اچھا ہوا، جو چیزیں مر کر چھٹنی تھیں وہ سامنے چھٹ گئیں ــــ
اس میں غم وافسوس کی کیا بات؟''

اللہ اکبر! کیسی بلیغ بات فرمائی! پھر نصیحت فرمائی کہ:

''اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہو، ہر آرزو کو دل سے نکال دو حتی کہ میری رہائی کی آرزو بھی دل میں نہ رہے۔ اپنی والدہ سے بھی کہنا کہ اللہ کی طرف متوجہ رہیں۔''

سُبحان اللہ! عین غم میں سکون وطمانیت کا یہ عالم! ——— یہی وہ نشانی ہے جسے قرآن میں یوں ذکر کیا گیا:

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ٥ (یونس:۶۲)

اس استقامت کا اور اس عزیمت کا نتیجہ یہ نکلا کہ جہانگیر آپ کا معتقد ہوگیا۔ اور اس کے معتقد ہونے کا واقعہ ''مجمع الاولیاء'' میں لکھا ہے اور جہانگیر نے ''تزک جہانگیری'' میں لکھا ہے:

''میں نے اُن کو بلایا اور رہا کر دیا اور میں نے اُن کو خلعت سے نوازا، اُن کی خدمت میں اشرفیاں پیش کیں اور پھر وہ میرے ساتھ رہے۔''

''مجمع الاولیاء'' میں لکھا ہے جب آپ اس کی رفاقت میں تھے تو جہانگیر پر ضیق النفس کا دورہ پڑا۔ حکماء کو بلایا، علاج کیا، علاج سے فائدہ نہیں ہوا۔ فرمایا: ''شیخو کو بلایا جائے'' ——— جہانگیر حضرت مجدد الف ثانی کو ''شیخو'' کہا کرتا تھا ——— اب اندازہ لگائیں کہاں وہ شان کہ جلالِ شاہی کے ساتھ دربار میں طلب کیا گیا۔ پھر قید کیا گیا ——— اب قید سے رہا کیا گیا اور آپ کو نوازا گیا۔ یہی نہیں بلکہ نوازنے کے بعد اب دُعا کرائی جارہی ہے کہ میری صحت کے لئے دُعا فرمائیں ——— آپ نے فرمایا:

''میں دعا کے لئے حاضر ہوں لیکن آپ کے والد (اکبر) نے جو مساجد ویران کی ہیں، جو مدرسے ویران کئے ہیں۔ وعدہ کریں کہ آپ وہ آباد کریں گے ——— میں دعا کے لئے حاضر ہوں۔''

سبحان اللہ! کس موقع پر تبلیغ فرمائی۔ تبلیغ کا انداز دیکھئے کیا حکیمانہ ہے!

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ؕ (نحل:۱۲۵)

یہ حکمت ہے—— فرمایا: ''وعدہ کر'' —— اُس نے کہا: ''وعدہ کرتا ہوں''—— آپ نے اپنی چادر بچھا کر دوگانہ ادا کیا پھر دعا کی۔ ادھر دعا کی اور اُدھر اُس کو صحت ہوئی—— اور جب یہ قافلہ آگے بڑھا اور سرہند کے قریب آیا تو اُس نے کہا کہ:

''آپ کی دُعا سے مجھے آرام ملا ہے۔ میری خواہش ہے کہ میں پرہیز بھی آپ کے کھانے سے توڑوں—— اپنے گھر کا کھانا بھی عنایت فرمائیں۔''

جب سرہند شریف کے قریب پہنچے تو آپ نے گھر جا کر کھانا پکوایا اور یہ کھانا آپ کے صاحبزادگان خواجہ محمد معصوم اور خواجہ محمد سعید لے کے حاضر ہوئے—— اور وہ کھانا جہانگیر نے کھایا—— اور وزیر اعظم سے کہا:

''کھانا آیا تھا، بڑا لذیذ تھا—— آدھا کھایا اور آدھا شام کے لئے اُٹھا رکھا۔''

اندازہ لگائیں آپ، یہ وہ شخص ہے جس نے جاہ و جلال سے آپ کو بُلایا تھا—— جو شہید کرنے کا ارادہ رکھتا تھا مگر آپ نے اپنے حُسن خلق سے اُس کو اپنا غلام بنالیا۔ اسی لئے قرآن حکیم میں ارشاد ہوا:

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝ (فصلت:۳۴)

اگر تم نے دشمن کے ساتھ دوستی کی تو وہ ایسا ہو جائے گا جیسے یک جان دو قالب۔''

وَمَا یُلَقّٰھَا اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا یُلَقّٰھَا اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ ۝ (فصلت:۳۵)

لیکن اس کے لیے بڑے صبر کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔۔ بڑے دل کی ضرورت ہے اور بڑی استقامت کی ضرورت ہے، اور اللہ کی طرف سے بڑے انعام کی ضرورت ہے، تب یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی پر انعام فرمایا، اور آپ نے اپنے دشمنوں کو دوست نہیں اپنا جانثار بنایا۔ یہ اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو کائنات میں کسی نے نہ دیکھا۔۔۔۔۔۔ جو سب سے بڑا معجزہ ہے۔۔۔۔۔۔ وہ ماحول جہاں سب جان لینے کے لئے تیار تھے، جان لینے والوں کو اپنا جانثار بنا دیا۔ دنیا میں کوئی انسان نہیں جس نے اتنا بڑا انقلاب برپا کیا جو عظیم معجزات ان کے کردار تھا۔ فرمایا:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ○ وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ○ (قلم: ۳، ۴)

کہ آپ کا اجر نہ ختم ہونے والا ہے۔۔۔۔۔۔ آپ کا اخلاق تو بہت ہی بلند ہے۔۔۔۔۔۔ اللہ کا ''بلند'' کہنا اور بات ہے اور ایک انسان کا ''بلند'' کہنا اور بات ہے۔۔۔۔۔۔ تعارف کرانے والا عظیم ہو تو پھر تعارف بھی عظیم ہو جاتا ہے اور جس کا تعارف کرایا جا رہا ہے وہ بھی عظیم ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔۔ غور فرمائیں اور خوب غور فرمائیں اللہ جل مجدہٗ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تعارف کرا رہا ہے۔۔۔۔۔۔ اللہ اکبر!

اور چند واقعات اپنے والد محترم حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ سے عرض کروں۔۔۔۔۔۔ اسی خوف اور حزن کے حوالے سے۔۔۔۔۔۔ دو جوان صاحبزادے حضرت مولانا منور احمد صاحب، مولانا منظور احمد صاحب وصال فرما گئے۔۔۔۔۔۔ (ہمارے برادر محترم یمین الدین مُفّتی صاحب اس کے شاہد ہیں۔۔۔۔۔۔ اور حضرت تو میرے بڑے بھائی ہیں۔۔۔۔۔۔ خالہ کے صاحبزادے۔۔۔۔۔۔ آپ نے قریب سے دیکھا ہے حضرت کو بھی اور ہمارے سارے خاندان کو بھی۔۔۔۔۔۔ جو حادثات گزرے ہیں وہ بھی آپ کے علم میں ہیں، آپ کے سامنے ہیں)۔ مولانا منور احمد صاحب کا جب انتقال ہوا (وہ سب

بھائیوں میں بڑے حسین تھے اور شباب کے عالم میں انتقال ہوا۔ اُن کے علم کا شباب تھا، ان کی تقریروں کا بھی شباب تھا، اُن کے حُسن کا بھی شباب تھا)۔ جب اُن کو تخت پر لٹایا گیا تو اُس وقت اچانک بادل آئے، ہلکی ہلکی پھوار پڑی —— پھر جب غسل کے بعد کفنایا گیا، چہرہ اتنا حسین تھا کہ حاضرین بے اختیار چومنے لگے۔ والد ماجد علیہ الرحمہ سرہانے کھڑے تھے۔ فرمایا:

''اے اللہ! اس کو زیادہ حسین بنا کے تُو میرا امتحان لینا چاہتا ہے —— تیرا بندہ تیری رضا پر راضی ہے —— شکر ہے جیسی امانت تُو نے عطا فرمائی تھی، ویسی ہی تجھے لوٹا دی۔''

ایک معصوم بچہ دنیا میں آتا ہے —— اُس معصوم کو معصوم لوٹانا ہے —— اور جو اُس معصوم کو معصوم نہ لوٹا سکے تو یہ امانت میں خیانت ہے —— فرمایا: ''جیسا آیا تھا، ویسا ہی میں نے لوٹا دیا'' —— اور حضرت کی آنکھ میں آنسو نہیں دیکھے —— ایسے عظیم حادثات میں بھی آنکھ میں آنسو نہ دیکھے —— اسی طرح میرے برادرِ گرامی مولانا منظور احمد صاحب کا انتقال ہوا۔ حیدرآباد، سندھ میں انتقال سے پہلے جب حضرت کو نزع کی کیفیت کی اطلاع دی گئی تو حضرت نے تحریر فرمایا کہ:

''اُن سے کہو کہ مولیٰ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں —— یہی توجہ تریاق کا حکم رکھتی ہے۔''

پھر جب ان کا وصال ہو گیا تو حضرت نے میرے سے اس طرح تعزیت فرمائی جیسے حضرت کے لختِ جگر کا انتقال نہ ہوا ہو بلکہ بس میرے بھائی کا انتقال ہوا ہو۔ خط سے حضرت کا ضبطِ غم دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔

اور خوف کا عالم بھی دیکھا —— ۱۹۴۷ء کے فسادات کے زمانے میں چاروں

طرف کشت وخون کا بازار گرم تھا اور حضرت چند جاں نثاروں کے ساتھ مسجد فتحپوری، دہلی میں محبوس تھے۔ بڑے کرب کا عالم تھا، میری نوعمری کا زمانہ تھا ——— سب پر ہی کرب کا عالم تھا لیکن حضرت کو دیکھا بڑے آرام سے اپنے کمرے میں بیٹھے حدیث کا مطالعہ فرما رہے ہیں۔ لاتحزن ان اللّٰہ معنا (توبہ:۴۰) کی عملی تفسیر وہاں دیکھی ——— پنج وقتہ نماز با جماعت بھی ہو رہی تھی ——— خوف ودہشت کے اس عالم میں حکومت کی طرف سے کچھ فوجی ٹرک آئے۔ فوجی افسران نے کہا:

''مفتی صاحب سے عرض کریں کہ ہم آپ کو محفوظ مقام پر پہنچا دیں۔''

مایوسوں کو آس بندھی کہ اس مصیبت وبلا سے نجات ملے گی ——— حضرت سے جا کے سب نے عرض کیا کہ:

''محفوظ مقام پر لے جانے کے لئے حکومت نے فوجی ٹرک بھیجے ہیں۔''

فرمایا:

''آپ سب جایئے، کل قیامت کے دن اللہ نے یہ پوچھا کہ ہم نے اپنا گھر تمہارے سپرد کیا تھا، تم کس پر چھوڑ کے چلے گئے، تو پھر میں کیا جواب دوں گا؟''

یہ ہے لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کی عملی تفسیر ——— بہرحال عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ کمال تب پیدا ہوتا ہے جب حضور کی محبت دل میں گھر کر لے ——— حضور کی سنت میں قوت ہے ——— حضور کی سنت میں محبوبیت ہے ——— جو سنت پر عمل کرتا ہے اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔ جو اللہ کا محبوب بن جاتا ہے وہ سب کا محبوب بن جاتا ہے۔ پہلے اللہ کا محبوب ہے ———

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ

ذُنُوْبَكُمْ ط (آل عمران:۳۱)

"آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو۔"

حضور کی اطاعت میں محبوبیت ہے ـــــ حالانکہ جس کی اطاعت کی جاتی ہے، محبت وہی کرتا ہے۔ یہ کمال محبت کی علامت ہے کہ اطاعت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کی جارہی ہے اور محبت اللہ تبارک وتعالیٰ فرما رہا ہے ـــــ اللہ تبارک وتعالیٰ حضور کی سُنّت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ـــــ ظاہر و باطن میں حضور کی محبت سے، حضور کے عشق سے ہمارے دلوں کو ہمارے ذہنوں کو آباد رکھے ـــــ سُنّت پر استقامت عطا فرمائے ـــــ اعمال میں، اقوال میں برکت عطا فرمائے ـــــ اور جتنا انسان سُنّت کے قریب جائے گا، دُنیا میں بھی سرفراز ہوگا اور آخرت میں بھی ـــــ اسی لئے قرآنِ حکیم میں فرمایا:

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ـــــ فوزِ عظیم یہی ہے کہ انسان سُنّت میں کمال حاصل کرلے۔ یہ دُنیا بھی اُس کی ہے، آخرت بھی اُس کی ہے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (البقرہ:۲۰۱)

دُنیا میں نیکی کمانے کا، اور دُنیا میں ترقیاں حاصل کرنے کا، دُنیا میں سرفراز ہونے کا طریقہ اللہ نے بتادیا کہ سُنّت پر عمل کرتے جاؤ ـــــ سُنّت پر عمل کروگے، منزل پر پہنچو گے ـــــ اللہ تبارک وتعالیٰ سب کو سُنّت پر استقامت عطا فرمائے ـــــ آمین!

وما علینا الا البلاغ المبین

مجددِ عصر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی اہم مطبوعات

۱	تمدّن ہند پر اسلامی اثرات	لاہور ۱۹۶۴ء
۲	موجِ خیال	کراچی ۱۹۷۷ء
۳	محبت کی نشانی	کراچی ۱۹۸۰ء
۴	آخری پیغام	کراچی ۱۹۸۶ء
۵	جانِ جاناں	کراچی ۱۹۹۰ء
۶	جانِ جاں	کراچی ۱۹۹۳ء
۷	علمِ غیب	کراچی ۱۹۹۳ء
۸	تعظیم وتوقیر	کراچی ۱۹۹۴ء
۹	نسبتوں کی بہاریں	کراچی ۱۹۹۴ء
۱۰	نئی نئی باتیں	کراچی ۱۹۹۵ء
۱۱	عورت اور پردہ	کراچی ۱۹۹۵ء
۱۲	قبلہ	کراچی ۱۹۹۵ء
۱۳	مصطفوی نظامِ معیشت	کراچی ۱۹۹۶ء
۱۴	فاروق اعظم کا غیر مسلموں سے حسنِ سلوک	کراچی ۱۹۹۶ء
۱۵	قیامت	کراچی ۱۹۹۶ء
۱۶	آئینۂ حقائق	لاہور ۱۹۹۷ء
۱۷	صراطِ مستقیم	کراچی ۱۹۹۷ء
۱۸	روحِ اسلام	کراچی ۱۹۹۷ء
۱۹	فتاوی مظہریہ	کراچی ۱۹۹۹ء